۷۸۶

آل انڈیا مشاعرہ

برائے امداد انجمن ترقی اردو کرناٹک

و

حسنات زنانہ کالج بنگلور

ہفتہ 26 اپریل 1975ء سنہ ء

اتوار 27 اپریل 1975ء سنہ

9½ بجے شب

بہ مقام :- شیش محل لال باغ بنگلور

پاسبان پریس بنگلور 51

۷۸۶

حرفِ اوّل

پروردگارِ عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک طویل مدت کے بعد شہر بنگلور کے تاریخی لال باغ کے دلکش شیش محل میں ایک عظیم الشان اور یادگار آل انڈیا مشاعرہ منعقد ہو رہا ہے جس میں ہندوستان کے چوٹی کے شعرائے کرام حصہ لے رہے ہیں۔

یہ مشاعرہ انجمن ترقی اردو ہند کی شاخ کرناٹک کے لئے ایک **اردو ہال** تعمیر کرنے اور حسنات زنانہ کالج میں **سائنس بلاک** کی تعمیر کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کی غرض سے منعقد کیا جا رہا ہے۔

اردو ہال اردو زبان و ادب کی مختلف سرگرمیوں کا مرکز ہوگا جس میں ایک لائبریری اور ریڈنگ روم بھی قائم ہوگی۔

حسنات زنانہ کالج جس کی عمر صرف ساڑھے تین سال ہے ایک ترقی پذیر کالج ہے جہاں فی الحال صرف آرٹس اور کامرس کے مضامین کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ چونکہ عام طور پر طالبات کا رجحان سائنس کی طرف ہے لہٰذا کالج کی گورننگ کونسل تیزی کے ساتھ ساڑھے چار لاکھ روپے کی لاگت سے تین منزلہ سائنس بلاک تعمیر کر رہی ہے۔ یہ کالج ان لوگوں کے لئے جو خصوصی علیحدہ ماحول میں اپنی لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم چاہتے ہیں ایک سنہری موقعہ فراہم کر رہا ہے۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان دونوں تعمیری منصوبوں کی تکمیل کے لئے اس مشاعرے کو کامیاب بنانے میں شیدائیانِ اردو اور دلدادگانِ تعلیم بھرپور

حصہ لے رہے ہیں جن میں ہر فرقہ اور مذہب کے لوگ خصوصاً نوجوان شامل ہیں۔
اس مشاعرے کو کامیاب بنانے میں جناب محمد علی مہنت علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ دلاور زم نے پر جوش عملی اور نمایاں حصہ لیا ہے۔ درحقیقت وہ اس مشاعرے کے معمار ہیں۔

ہم ان تمام لوگوں کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس مشاعرے کے انعقاد میں پر جوش طریقے سے ہماری ہمت افزائی کی اور اس کو ہر اعتبار سے کامیاب بنایا ہمارے کرمفرماؤں کے ناموں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ہمیں اس بات کا خدشہ ہے کہ اگر ہم ان ناموں کو گنوانے لگیں تو ہم کما حقہ اپنا فرض ادا نہیں کر سکیں گے۔
بہرنوع ہم ان تمام سرپرستوں، معطیوں، رفقائے کار نوجوانوں اور خاص طور پر حکومت میسور اور اس کے مختلف محکمہ جات اور مخیر مزاج تاجروں اور اور کارخانہ داروں کے بھی تہہ دل سے شکر گذار ہیں۔ ہم ان تمام کرمفرماؤں کی صحت و عافیت، خوشی و خوشحالی اور درازی عمر کے دعاگو ہیں

محمد اسمٰعیل تابش ایم ایل سی
شیخ مصلح الدین بی ایس سی
} سکریٹریز

جنوبی ہند کے اسلامی رجحانات

حکیم الامت مولانا قاری محمد طیب صاحب
مہتمم دار العلوم دیوبند

ہندوستان میں جنوبی ہند ہی وہ خطہ ہے جہاں اسلام کا آفتاب عالمتاب سب سے پہلے جلوہ فگن ہوا۔ پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمان جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں میں تبلیغ اسلام اور تجارت کی غرض سے پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ اس خطہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔ قرن اول کے مسلمانوں نے کمال اخلاص کے ساتھ غیر اسلامی ماحول کا زبردست مقابلہ کیا۔ اور تبلیغ اسلام کی جو گراں قدر خدمات انجام دیں۔ تاریخ کے اوراق میں ان کو پڑھ کر ہم دنگ رہ جاتے ہیں۔

ہندوستان میں اٹھنے والی کوئی اسلامی تحریک ایسی نہیں ہے جسمیں جنوبی ہند خصوصاً مدراس کے مسلمانوں نے اپنی استطاعت کے مطابق بھرپور حصہ نہ لیا ہو۔ سلطنت مغلیہ کے آخری دور زوال میں ہی وہ سرزمین تھی جہاں سے ٹیپو سلطان جیسا جانباز مجاہد پیدا ہوا، جس نے انگریزی اقتدار کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ اور عرصہ تک انگریزوں سے نبرد آزما رہا، حضرت سید احمد شہید اور ان کے رفقاء کرام کے ساتھ جنوبی ہند کا تعاون بھلایا نہیں جاسکتا۔ تحریک خلافت میں اس خطہ ارض کے مسلمانوں نے جس سرگرمی اور جوش عمل کے ساتھ حصہ لیا وہ کل ہی کی بات ہے اور اس کے بہتسے دیکھنے والے اب تک موجود ہیں۔

تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں جب دار العلوم دیوبند قائم ہوا تو اس کے ساتھ تعاون کرنے میں بھی جنوبی ہند کے مسلمان پیش پیش رہے۔ چنانچہ دار العلوم دیوبند کی عمارتوں میں جابجا جنوبی ہند کے ناموں کے کتبے لگے ہوئے ہیں۔ جو اس خطہ ارض کے

مسلمانوں کی دینداری، اخوت اسلامی اور دینی روح کی بیداری کا ثبوت مہیا کرتے ہیں غرض کہ شمالی ہند کے اس دور دراز مقام (دیوبند میں) بھی جنوبی ہند کے نقوش ثبت ہیں۔ ابھی حال میں دارالعلوم کے جنریٹر کے لئے ایک گرانقدر رقم کی فراہمی بھی اہلِ مدراس کے جذبۂ خیر ہی کا نتیجہ ہے، جس سے دارالعلوم میں روشنی کی تکلیف دہ مشکلات دور ہو جائینگی۔

دینی کاموں میں نمایاں ہونے کے ساتھ ساتھ مالی اور تعلیمی لحاظ سے بھی مدراس اور میسور وغیرہ کے مسلمانوں کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ اس خطہ میں مسلمانوں کے بہت سے تعلیمی ادارے خود انہی کے اخلاص عمل اور جد وجہد سے جاری ہیں۔ ان میں دینی تعلیم کی بڑی بڑی درس گاہیں بھی ہیں۔ اور دنیوی تعلیم کے اسکول اور کالج وغیرہ بھی ہیں۔ لڑکیوں کی دینی تعلیم کا جیسا وسیع انتظام جنوبی ہند میں ہے پورے ہندوستان میں اس کی نظیر نہیں ہے۔

جنوبی ہند کے مسلمانوں کی یہ ساری جد وجہد صرف وہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کے مخلصانہ ایثار و تعاون کا دائرہ پورے ہندوستان کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ اور بلا مبالغہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ہندوستان کے بیشتر تعلیمی ادارے اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اللھم زد فزد!

اب جناب بی۔ ایم اسمٰعیل تابش صاحب کے گرامی نامہ سے یہ معلوم ہو کر بڑی مسرت ہوئی کہ بنگلور کے حسنا نسوان کالج میں اسلامی تعلیم کے لئے ایک مخصوص شعبہ قائم ہے۔ جسمیں اسلامی عبادات و آداب اور اسلامی ثقافت و تاریخ کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اسکولوں اور کالجوں کے طلباء و طالبات کے لئے دینی تعلیم کی جتنی ضرورت ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے، مجرد جہل سے مسلمان بچوں اور بچیوں کے اسلامی عقائد اور فکر و نظر کو وہ نقصان نہیں پہنچتا جتنا نقصان آج کے دور میں عصری تعلیم کے ذریعہ سے پہنچ رہا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ لوگ جہلا کی تقلید نہیں کیا کرتے۔ اس کے برعکس ہماری جو نسل عصری زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر زندگی کے میدانوں میں گامزن ہے عوام اس کی تعلیم سے مرعوب ہو کر ایسے لوگوں کی تقلید و پیروی پر متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اگر

اگر ہماری موجودہ نسل اسلامی عقائد و تعلیم اور فکر و نظر سے بے بہرہ ہوگئی تو وہ صرف نام کی مسلمان تو ہوسکتی ہے، مگر اسلام اور اس کی روایات کی نمائندہ نہیں ہوسکتی۔ اس کے ذریعہ سے عام مسلمانوں میں دین سے جو بے تعلقی اور گمراہی پیدا ہوگی اس کا تصور بھی ایک ایسے شخص کے لئے جو اسلام کا درد اپنے سینہ میں رکھتا ہے لرزا دینے والا ہے۔

ان حالات میں حسنات النسوان کالج بنگلور کا یہ اقدام ہر مسلمان کے لئے موجبِ اطمینان ہے۔ بشرطیکہ اسی کے ساتھ اسلامی معاشرہ پر ان کی تمرین اور ٹریننگ بھی ہوتی رہے۔

کیونکہ بچے کی اولین تعلیم گاہ ماں کی آغوش ہوتی ہے۔ اگر ہماری بچیوں کو اسلامی عقائد و اعمال اور اپنے اسلاف کی تاریخ سے باخبر بنا دیا جائے تو ان کی گود میں پرورش پانے والی نسل کی گمراہی کا بڑی حد تک سدِ باب ہوسکتا ہے۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ بچپن کے نقوش بہت پختہ اور بڑے پائدار ہوتے ہیں اور وہ آسانی سے محو نہیں ہوتے۔

اس لئے حسنات نسوان کالج بنگلور کا یہ اقدام ہر آئندہ لائق تحسین ہے اور اس کالج کے منتظمین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور دعاگو ہوں کہ اللہ رب العزت کالج کے منتظمین و اساتذہ اور طالبات کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق نصیب فرمائے۔ اور ان کے اس عمل کو دوسرے مسلمانوں کے لئے نمونۂ عمل بنائے۔ ہمارا کام جد و جہد کرنا ہے اسے بارآور اور نتیجہ خیز بنانا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ انسانوں کے قلوب اسی کے قبضۂ و اختیار میں ہیں۔ وہ جس سے چاہے اپنا کام لیتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اس سعادت کے لئے چن لیا جائے۔ ہمارے پیش نظر ہر وقت یہ بات رہنی چاہیئے۔ ؎

ہے کوششِ کرام سے، امیدِ فتح باب
اور فضلِ ایزدی سے، یقین کشود کار

محمد طیب
مہتمم دار العلوم دیوبند
۲-۳-۱۳۹۵

گلزار دہلوی

گلزار دہلوی جن کا پورا نام پنڈت آنند موہن زتشی گلزار نظامی دہلوی ہے علامہ زار دہلوی یادگار داغ کے فرزند ہیں اور اور دلی کی ادبی دنیا کی ایک معروف شخصیت۔ آپ انجمن تعمیر اردو، انجمن قوم پرست، مصنفین، خسرو اکاڈمی اور ادارہ نظامیہ درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے جنرل سکریٹری ہیں. گلزار کو علامہ دتاتریہ کیفی۔ یادگار حالی اور نواب مرزا سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

نمونۂ کلام:-

اس ستمگر کی مہربانی سے
دل الجھتا ہے زندگانی سے

خاک سے کتنی صورتیں ابھریں
دھل گئے نقش کتنے پانی سے

اس زمانے کو دیکھ کر ہیں تنگ
خضر بھی عمر جاودانی سے

ہم سے پوچھو تو ظلم بہتر ہیں
ان حسینوں کی مہربانی سے

اشک بہتے ہیں دل سلگتا ہے
آگ بجھتی نہیں ہے پانی سے

حسرتِ عمر جاوداں لے کر
جا رہے ہیں سرائے فانی سے

ہائے کیا دور زندگی گذرا
واقعے ہو گئے کہانی سے

کتنی خوش فہمیوں کے بت توڑے
تو نے گلزار خوش بیانی سے

زبیر رضوی

اُردو کے جدید غزل گو شاعر

اردو کے جدید غزل گو شعراء میں زبیر ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں ان کی شاعری جہاں نئے تجربات اور احساسات کی آئینہ دار ہے وہیں اس میں کلاسیکی اسلوب کا اثر بھی نمایاں ہے اپنے فن کے بارے میں وہ خود کہتے ہیں۔

روایتوں کے صنوبر کھڑے ہوئے پیچھے تمہارے قامت موزوں پہ رشک کرتے ہیں

زبیر رضوی ان دنوں آل انڈیا ریڈیو دلی سے وابستہ ہیں زبیر کے دو مجموعہ کلام "لہر لہر ندیا گہری" اور "خشت دیوار" چھپ چکے ہیں۔

نمونۂ کلام۔

غزل

زبیر رضوی

دل کے تاروں میں یادوں کے اب آہو بھی نہیں
آئینہ مانگیں جو ہم سے وہ پری رو بھی نہیں

دشت تنہائی میں آواز کے گھنگھرو بھی نہیں
اور ایسا بھی کہ سنّاٹے کا جادو بھی نہیں

زندگی جن کی رفاقت پہ بہت نازاں تھی
ان سے بچھڑی تو کوئی آنکھ میں آنسو بھی نہیں

جانے کیا سوچ کے ہم رک گئے ویرانوں میں
پرتوِ رخ بھی نہیں سایۂ گیسو بھی نہیں

حسنِ امروز کو تشبیہوں میں تولیں کیسے
اب وہ پہلے سے خمِ کاکل و ابرو بھی نہیں

بے حجاب ایسے کہ پہلو سے نہ ہٹ کر بیٹھیں
احتیاط ایسی کبھی ہم کو کہا تو بھی نہیں

ہم نے پائی ہے ان اشعار پہ بھی داد زبیر
جن میں اس شوخ کی تعریف کے پہلو بھی نہیں

عزیز قیسی

اردو کے جدید شاعروں میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر نظموں کے شاعر ہیں۔ لیکن ان کی غزلیں بھی ان کے منفرد لب و لہجے کی غماز ہیں۔
عزیز قیسی حیدرآباد کے ان شعراء میں سے ہیں جو ترقی پسند تحریک کے زمانے میں مکمل طور پر تحریک کے زیر اثر تھے۔ لیکن ترقی پسند تحریک کے آخری دور میں حیدرآباد میں جن شاعروں نے اس تحریک سے انحراف کیا ان میں قیسی بھی تھے۔

سنہ ۵۹ء میں وہ عدالت کی ملازمت چھوڑ کر حیدرآباد سے بمبئی چلے گئے جہاں فلم لائن میں وہ کہانیاں اور اسکرین پلے لکھتے ہیں۔ فلمی زندگی کی مصروفیات کے باوجود وہ برابر نظمیں لکھتے رہے ہیں۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام ''آئینہ در آئینہ'' ابھی سنہ ۷۲ء میں شائع ہوا ہے۔

قیسی کی شاعری میں ماضی سے انحراف ہے لیکن شعری روایت سے ... قطع تعلق نہیں۔ ان کے ہاں ہئیت یا لفظوں کے تجربے کی شعوری کوشش نہیں ملتی بلکہ ذہنی اور حساس رویّے کا نیاپن ملتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی شاعری صحیح معنوں میں جدید شاعری ہے۔

کبھی جو ہار کے اٹھا جہاں کی محفل سے
نہ جانے کیوں مرے دل میں خیال آیا ہے
کہ تجھ سے جا کے شکایت کروں زمانے کی

(دادگر)

یاد کے چل پڑے کارواں ذہن میں
حادثے ہو رہے ہیں جواں ذہن میں
پھر گئیں رگِ جذبات کی ساعتیں :: آنکھ میں خواب سے اٹھتے ہوئے

ہم سفر ہاتھ پیوستہ باہم دگر :: وقت کی تیرہ راہوں میں چھٹتے ہوئے
ہجر کی ساعتیں شور کرتی ہوئی :: وصل کے ولولے دل میں گھٹتے ہوئے
عارضوں کے کنول جھلملاتے ہوئے
آنسوؤں کے دیئے ٹمٹماتے ہوئے
(چاندنی کے شہر میں)

میرے خیر و شر کے محاسب تجھ پہ تو سب کچھ روشن ہے
میری سزا، جزا کے مالک میرا جرم میرا فن ہے
اپنی تمنّا کا ملزم ہوں
میں ان خوابوں کا مجرم ہوں
(کنفشن)

علی سردار جعفری

علی سردار جعفری ادبی و علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ ہندوستان میں ترقی پسند تحریک کے علمبرداروں میں سے ہیں۔

آپ ۲۹ نومبر سنہ ۱۹۱۳ء کو بلرام پور (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ دلّی یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ اور اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ کیا۔ جہاں سے آپ کو سنہ ۱۹۳۶ء میں انگریزوں کے خلاف سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے اور طلبا کی ہڑتال کی قیادت کرنے پر نکال دیا گیا۔ آپ نے اس کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ایم۔ اے (سال اول) پاس کیا۔ لیکن کسی وجہ سے ایم۔ اے فائنل کا امتحان نہیں دے سکے۔

آپ کا کلام دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو کر مقبولیت پا چکا ہے۔ آپ کو سنہ ۶۷ء میں پدما شری کا خطاب دیا گیا۔ اس سے پہلے سنہ ۶۵ء میں آپ کو اپنے مجموعہ کلام "ایک خواب اور" پر سوویت دیس نہرو ایوارڈ مل چکا تھا۔ سنہ ۶۹ء میں آپ کو جواہر لال نہرو فیلوشپ دی گئی۔ جہاں تک کہ آپ کی شاعری کا تعلق ہے آپ نے اردو کے کلاسیکی شعراء کا گہرا اثر قبول کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس پر آپ کے قومی اور سیاسی نظریات کی بھی گہری چھاپ ہے۔ آپ کے تنقیدی مضامین بھی کافی وقعت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ اب تک آپ کے کلام کے چھ مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں

نمونۂ کلام:-

دو شعر

ہماری تشنگی بجھتی نہیں شبنم کے قطروں سے
جسے ساقی گری کی شرم ہو آتش بجام آئے
نگاہیں منتظر ہیں ایک خورشید تمنا کی
ابھی تک جتنے ماہ و مہر آئے ناتمام آئے

نظم

زندگانی ہے کہ شمشیر برہنہ جس کی
دھار پر چلتے ہیں ہم
اور ہر قطرۂ خوں کے دل میں
اپنے قدموں کے نشاں چھوڑتے ہیں
دور تک جاتا ہے قطروں کا جلوس
خواب گلرنگ بہاراں کی ردا اوڑھے ہوئے

صبا افغانی

نام: محمد جمیل الرحمن خاں۔ تخلص صبا
تاریخ پیدائش ۸ دسمبر ۲۲ء
وطن۔ رامپور (یو۔پی)

تیرہ سال کی عمر ہی سے شاعری کر رہے ہیں۔ ۵۰ء سے فلمی دنیا میں بحیثیت نغمہ نگار شامل ہو گئے۔ اب تک بے شمار فلموں کے گیت لکھے ہیں لیکن انہوں نے ادب کا دامن فلمی گانوں میں بھی نہیں چھوڑا۔

آپ کا کلام ہندوستان کے تمام ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر ہوتا ہے۔ نیز سیلون، نیروبی، زنجبار اور بی سی لندن سے بھی اکثر کلام نشر ہوتا ہے۔ شعر کہتے ہوئے ۳۹ سال ہو چکے ہیں اور مشاعرے پڑھتے ہوئے ۳۸ سال۔

پہلا مجموعہ کلام "سازِ شکستہ" ۴۶ء میں بریلی سے۔ دوسرا غزلوں کا مجموعہ "مینائے غزل" ۵۷ء میں بمبئی سے۔ تیسرا نعت، مناقب اور سلام کا مجموعہ "فردوسِ نظر" الہ آباد سے اور چوتھا غزلوں، نظموں اور غیر گیتوں کا مجموعہ "رنگ روپ" الہ آباد سے شائع ہوا۔

نمونۂ کلام :-

غزل

شامِ غم کے مارے جب آئے حسن والوں میں — ڈرتے تھے اندھیروں سے لٹ گئے اجالوں میں
ہم ہیں خوش خصالوں میں وہ ہیں خوش جمالوں میں — بے مثال ہیں دونوں پھر بھی ہیں مثالوں میں
تیرے نرم و نازک سے قہقہوں کی موسیقی — گھنٹیاں سی چاندی کی بج اٹھیں شوالوں میں
سادگی بہت کم ہے شوخیاں زیادہ ہیں — گاؤں کے غزالوں سے شہر کے غزالوں میں
رہزن ان سے [illegible] لاکھ درجہ بہتر ہیں — نام جن کے شامل ہیں خون پینے والوں میں
آپ کچھ کہیں لیکن یہ کھلی حقیقت ہے — ہم ہی آتے رہتے ہیں آپ کے خیالوں میں
ان کی مست آنکھوں سے اے صبا نہ پی لینا — زہر بھی ہے امرت کے ان حسین پیالوں میں

طارق بدایونی

طارق بدایونی ایک اہل علم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد نوح بدایونی بھی ایک معروف شاعر ہیں۔ اس طرح طارق کو شاعری ورثہ میں ملی ہے۔ وہ ادبی رسائل میں طارق سبزواری کے نام سے لکھتے ہیں۔ آج کل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں انجینیرنگ کے طالب علم ہیں۔ اپنے مخصوص مترنم آواز اور انفرادی لب و لہجے کی وجہ سے وہ شاعروں کی دنیا میں بے حد مقبول ہیں۔ اس کم عمری میں جو مقبولیت انہیں ملی ہے وہ دوسروں کو ذرا مشکل سے نصیب ہوتی ہے

نمونۂ کلام

اشعار

(۱)

سمجھ کر سوچ کر اے دل کہ یہ شہر نگاراں ہے
یہاں اکثر مسافر اپنا راستہ بھول جاتے ہیں

جانے کن تیز ہواؤں کی تمنّا تھی مجھے
میں بھٹکتا ہی رہا وقت کے صحراؤں میں

آخری تہہ میں سمندر نے رکھے ہیں موتی
خود نہ کھو جاؤ کہیں ڈھونڈنے والے ہم کو

(۲)

ہر ایک اجنبی آہٹ پہ چونک سا جانا
یہ اور کیا تھا اگر تیرا انتظار نہ تھا

اور کچھ پل کا ہے یہ ساتھ گذر جانے دو
پھر کسی موڑ پہ ہم تم سے بچھڑ جائیں گے

دیکھا جو اپنے شہر کی ویرانیوں کا حال
چپ ہم بھی ہو گئے در و دیوار کی طرح

کسی نے جب بھی کسی بے وفا کا ذکر کیا
مجھے بھی اپنے کئی دوستوں کی یاد آئی

سلیمان خطیب

حالاتِ زندگی

چٹگوپہ ضلع بیدر میں ۱۲؍ ڈسمبر ۱۹۲۲؁ کو پیدا ہوئے۔ خطیب خاندان سے تعلق ہے۔ اس لئے آپ کا خاندانی نام خطیب ہے جسے آپ شاعری میں بھی بطور تخلص استعمال کر رہے ہیں۔ ابھی آپ چھ ماہ کے ہی تھے کہ والدین انتقال کر گئے۔ چچا اور بھائی نے پرورش کی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم چٹگوپہ، میدک اور حیدرآباد میں ہوئی۔ آپ نے نامپلی ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا۔ پنجاب سے منشی فاضل کیا۔ کلکتہ سے واٹر ورکس کی ٹریننگ حاصل کی۔ گلبرگہ میں تقریباً ۳۰ سال سے فلٹر ہیڈس (پانی محل) کا سپرنٹنڈنٹ رہے ہیں۔ تقریباً ۳۵ سال دکنی زبان (قدیم اردو) میں شاعری کر رہے ہیں۔ اپنی نظم "یاد" کے کچھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

یاد بولے تو تکیہ میں گجرے کی باس
جیسے کیوڑے کا کانٹا کلیجے کے پاس

یاد بولے تو رہتی یو مدھم لکیر
جیسے بارہ میں اُڑتی ہے ہلکی عبیر

یاد روتے سو انکھیاں میں گوری کا روپ
جیسے چاندی کی رِم جھم میں سونے کی دھوپ

یاد بولے تو خالی دِوانے کا خواب
ایک بالک کا جیسے ادھورا جواب

یاد بولے تو دل میں چھپانے کی بات
جیسے ذرا سوچ کو مسکرانے کی بات

سلیمان خطیب

بھارت کے آئین کی پچیسویں سالگرہ کے

موقعہ پر

ہم چوکس رہنے کا عہد کریں

اپنے آئین کے ذریعہ ہم نے زندگی کا ایک خاص راستہ چُنا ہے
یہ ہے پارلیمانی جمہوریت کا راستہ جس پر چل کر ہم اپنے دیش میں سب
کے لئے سیاسی، معاشی اور سماجی انصاف کو یقینی بنانا چاہتے ہیں
لیکن ہمارے ہی کچھ لوگ، جنہیں یہ طرز زندگی پسند نہیں
اس پر وار کر رہے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ہم اس راستے پر چل کر
اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں، بلکہ وہ تو اس طرز زندگی کو سرے
سے ہی ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ان کا راستہ کچھ اور ہی ہے، انتشار
بربادی اور دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کا راستہ۔

آیئے ہم ایسے لوگوں سے خبردار رہیں۔ آزادی اور جمہوریت
کو برقرار رکھنے کے لئے ہر دم چوکس رہنا لازمی ہے۔

دیکھئے! آئین پر آنچ نہ آئے

☆ "اُردو سارے برصغیر کی زبان ہے" (گورنر سکھاڈیہ)

☆ "کرناٹک اردو اکاڈمی کا قیام"، وزیر اعلیٰ کا اعلان

☆ "اُردو شعراء ایک نئے انقلاب کے نقیب بنیں" (وزیر ٹرانسپورٹ محمد علی)

"اردو زبان دراصل ایک دوسرے کو جوڑنے والی زبان ہے۔ الگ کرنے والی نہیں۔ کچھ لوگوں نے اپنے مفاد کی خاطر یہ کہا ہے کہ اردو زبان کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کی زبان ہے۔ یہ زبان ہندوستان کی نہیں بلکہ ایک بیرونی زبان ہے۔ یہ مفاد پرستوں کا ایک سفید جھوٹ ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں سرحد، زبان اور مذہب کے نام پر جھگڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ امتیاز صرف اردو کو حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں بھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔"

ان الفاظ کے ساتھ کرناٹک کے گورنر ہز ایکسیلنسی شری موہن لال سکھاڈیا نے بنگلور کے آل انڈیا مشاعرے کا افتتاح کیا یہ مشاعرہ انجمن ترقی اردو اور حسنات نسواں کالج کے مشترکہ اہتمام کے تحت بنگلور کے تاریخی لال باغ کے شیش محل میں ہفتہ ۲۶ر اپریل اور اتوار ۲۷ر اپریل ۷۵ء کو منعقد ہوا۔ مشاعرے کی پہلی نشست کی صدارت مولوی محمد علی صاحب وزیر ٹرانسپورٹ و ٹورزم اور صدر آل انڈیا مشاعرہ کمیٹی نے فرمائی

خوبصورت شیش محل رنگین بلبوں، قمقموں اور پھولوں سے بڑی عمدگی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ لال باغ کے حکام نے شیش محل کو جانے والے راستوں پر واقع کمانوں کو بھی منور کر دیا تھا۔ شیش محل شیدائیانِ اردو کے ایک بے پناہ ہجوم سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جن میں ممبرانِ اسمبلی۔ کونسل و پارلیمان، ریاستی لیڈر، قومی کارکن۔ اعلیٰ سرکاری افسر، تاجر و کارخانہ دار اور خواتین شامل تھیں۔ اکثر شعراء اور شیدائیانِ اردو

نعت ☆ حضرت صبا افغانی الہ آبادی

جب ہوئے جلوہ گر، مالکِ بحر و بر، خود قرینے میں سارا نظام آگیا
فرش کو مرتبہ اس قدر مل گیا، آسماں کا زمیں کو سلام آگیا

رحمتِ دو جہاں، فخرِ کون و مکاں، پیکرِ نورِ حسن تمام آگیا
مہرِ پیغمبری، پشتِ اطہر پہ تھی سکۂ مصطفےٰ سب کے کام آگیا

شرحِ روئے نبی سورۂ والضحیٰ اور واللیل ہے شرحِ زلفِ دوتا
ان کی تعریف میں ان کی توصیف میں خالقِ دو جہاں کا کلام آگیا

اللہ اللہ نامِ حبیبِ خدا کتنا شیریں ہے اور کس قدر جانفزا
پھول سے پھول کھل گئے، لب سے لب مل گئے جب زباں پر محمد کا نام آگیا

آرزو ہے یہی اے شہِ دوسرا کاش اس طرح جاؤں میں پیشِ خدا
دیکھ کر حشر میں مجھ کو سب یہ کہیں، وہ رسولِ خدا کا غلام آگیا

نعتِ احمد ہے لب پہ ترے دم بہ دم آج پڑتے نہیں ہیں زمیں پہ قدم
اس قدر اے صبا شاد کیوں ہے بتا، کیا مدینے سے کوئی پیام آگیا

یہ ریاست کی [illegible] ۷۶ کے بعد بنگلور میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور بے مثال مشاعرہ تھا۔

مشاعرے کا آغاز ممتاز خوش گلو شاعر صبا افغانی کی نعت شریف سے ہوا۔

رنگین نورانی رات

مشاعرہ کے سکریٹری جناب الحاج ایچ۔ یم اسمٰعیل تابش۔ یم۔ یل۔ سی مدیر روزنامہ پاسبان نے حاضرین کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ یہ رنگین اور نورانی رات برسوں یاد رہے گی۔ آج کی رات آسمان شعر و ادب کے درخشاں ثوابت و سیاروں کا ایک جھرمٹ یہاں جمع ہے۔ ایک طرف شاعر انقلاب جناب علی سردار جعفری موجود ہیں جنہوں نے فن کو برائے زندگی بتایا ہے اور دوسری طرف حضرت خمار بارہ بنکوی جیسے شعراء موجود ہیں جو فن برائے فن کے قائل ہیں۔ گورنر کرناٹک شری موہن لال سکھاڈیا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جناب تابش صاحب نے کہا کہ مسٹر سکھاڈیا ریاست کے ایک ہر دلعزیز گورنر ہیں جنہوں نے ہمیشہ اردو اور اردو مشاعروں کی سرپرستی کی ہے اور مشاعرہ کے صدر جناب مولوی محمد علی صاحب اس مشاعرہ کے اصل معمار ہیں۔

گورنر صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ یہ مشاعرہ جناب نسوان کالج کی سائنس لیباریٹری کے قیام اور انجمن ترقی اردو کیلئے اردو ہال تعمیر کرنے کی غرض سے سرمایہ جمع کرنے کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ انہوں نے منتظمین کو مبارکباد دی کہ انہوں نے اتنا عظیم الشان مشاعرہ اتنے بڑے پیمانہ پر منعقد کیا ہے۔

گورنر صاحب نے کہا کہ اردو نہ تو ہندوستان کی زبان ہے نہ پاکستان، نہ حیدرآباد کی اور نہ یوپی کی۔ یہ سارے برصغیر کی اور ہم سب کی زبان ہے (نعرہ ہائے تحسین) گورنر صاحب نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ پاکستان نے اپنے شعراء کو اس مشاعرہ میں شرکت سے باز رکھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ دن دور نہیں جبکہ ایک نہ ایک دن سب ایک دوسرے سے ملیں گے۔ ہندوستان اور پاکستان کے شعراء ایک ہی اسٹیج پر جمع ہوں گے اور ایک ہی اسٹیج سے اردو کی خدمت کرنے کا بیڑا اٹھائیں گے (نعرہ ہائے تحسین

مولوی محمد علی صاحب

مولوی محمد علی صاحب وزیر ٹرانسپورٹ و ٹورزم نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ اردو شاعری میں غزل جسے انگریزی میں LOVE LYRIC کہا جاتا ہے ایک ایسی صنف ادب ہے جس کی کسی اور زبان کی شاعری میں مثال نہیں ملتی۔ محمد علی صاحب نے کہا کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں اردو شاعری نے نہ صرف حب الوطنی کے جذبے کو ابھارا بلکہ اردو جنگ آزادی کی نقیب بھی رہی۔ آزادی کے بعد ترقی کی منازل طے کرنے میں اردو شاعری زندگی کی ہم آہنگ رہی .... اردو زبان ہمارے اور آپ کے دلوں کی دھڑکن بن چکی ہے۔ محمد علی صاحب نے اردو شاعروں سے اپیل کی کہ وہ ایک بار پھر فرسودہ سماج کے خلاف ایک نئے سماجی اور معاشی نظام کے لئے پھر وہی انقلابی آواز بلند کریں ایک بار پھر وہی رہنمائی کریں جو انہوں نے جنگ آزادی کے دوران کی تھی۔ وہ ایک نئے انقلاب کے نقیب بنیں۔ محمد علی صاحب نے کہا کہ اردو شاعروں نے جنگ آزادی کے دوران اور اس کے بعد قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور یہ امتیاز صرف اردو شعراء کو حاصل رہا ہے کسی اور زبان کے شعراء کو نہیں۔

شری کے۔ ایچ پاٹل صدر کرناٹک کانگریس کمیٹی نے مشاعرے کے سوونیر کا اجراء کیا۔

زبیر رضوی

مشاعرے کے اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو دہلی کے اردو سکشن کے انچارج جناب زبیر رضوی تھے جنہوں نے زبان و بیان کی چاشنی ادبی نوک جھونک۔ برجستہ تبصروں اور تیکھی چٹکیوں اور ادبی لطائف سے مشاعرے کو گل و گلزار بنا دیا۔ موقع و محل کی نزاکتوں اور سامعین کے بدلتے ہوئے موڈ سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور برجستہ اور برمحل اشعار اور فقروں سے سامعین کا دل موہ لیا۔ نعت کے بعد انہوں نے آگرہ کے ایک خوش گلو اور جواں سال شاعر اسلم کو آواز دی:

اسلم اکبرآبادی

چاندنی رات میں جب ان سے ملاقات ہوئی
چاند بھی تکنے لگا دیدۂ حیراں کی طرح

پھول ہیں بو ہے نہ شاخوں میں لچک ہے اسلم
ہے گلستاں میرا تصویرِ گلستاں کی طرح

محترمہ عزیز النساء صبا

زبیر رضوی نے نہایت رومان انگیز سماں باندھ کر سراپا غزل محترمہ عزیز النساء صبا کو دعوتِ غزل سرائی دی۔ چنانچہ محترمہ صبا نے غزل پیش کی۔

فاصلے ہوں تو نظر آتے ہیں پھولوں کی طرح
جانے کیوں نزدیک آ کر خار بن جاتے ہیں لوگ

صبا کے اس شعر پہ بڑی داد ملی

پیار میں نپٹ کر سراپا پیار بن جاتے ہیں لوگ
دل میں آ کر جان کے مختار بن جاتے ہیں لوگ

جناب صلاح الدین نیر حیدرآبادی

صبا کے بعد زبیر نے حیدرآباد کے ایک اور ممتاز شاعر جناب صلاح الدین نیر کو آواز دی۔

وقتِ فرصت ذرا پلکوں کو جھکائے رکھنا
آنکھ مل جائے تو ہم دونوں کی رسوائی ہے
برگِ آوارہ کی مانند ہے تنہا تنہا
زندگی ساتھ میرا چھوڑ کے پچھتائی ہے
نرم آغوش ہو یا بسترِ گل ہو نیر
سونے والوں کو تو کانٹوں پہ نیند آئی ہے

اظہار افسر مظفر نگری (حال وارد بنگلور امام مسجد کبونگڈھی)

اپنے زہد و تقویٰ کے باوجود ایک رنگین پیش کی

اس نے جو نقاب اپنے چہرے سے ہٹا دی ہے
جیسے بھری محفل میں بجلی سی گرا دی ہے
بیمار محبت کو اک اور سزا دی ہے
اس شوخ سے ملنے کی میعاد بڑھا دی ہے

کسی نے آواز دی (ADJOURN CINEDEE)

یہ فقرہ اسمبلی کے غیر معینہ التواء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ افسر صاحب نے فرمایا۔

میں نے تو چھپایا تھا ہر راز تیرا لیکن
ظالم تری آنکھوں نے ہر بات بتا دی ہے

جناب منتشر قریشی بنگلور

جناب منتشر قریشی عندلیبانِ بنگلور میں سے ہیں اور بنگلور کے شعراء میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں غزل سرا ہوئے۔

جاں نثارانِ خمِ گیسوئے غم ہیں لوگ
حسن والوں کی جفاؤں کا بھرم ہیں ہم لوگ
ہم پہ ڈالیں نہ تفاوت کی نظر اہلِ نظر
خسروِ مملکتِ فکر و قلم ہیں ہم لوگ

جاں نثار اختر

اس کے بعد جوں ہی اناؤنسر نے مشہور ترقی پسند شاعر جاں نثار اختر کا نام لیا سامعین چونک کر ہمہ تن گوش ہو گئے۔ جاں نثار اختر نے غزل پیش کی۔

ہم سے بھاگا نہ کرو دور غزالوں کی طرح
ہم نے چاہا ہے تمہیں چاہنے والوں کی طرح
خود بخود نیند سی آنکھوں میں ڈھلی جاتی ہے
مہکی مہکی ہے شبِ غم ترے بالوں کی طرح
اور کیا اس سے زیادہ کوئی نرمی برتوں
دل کے زخموں کو چھوا ہے ترے گالوں کی طرح
تیری زلفیں، تیری آنکھیں، ترے ابرو، ترے لب
اب بھی مشہور ہیں دنیا میں مثالوں کی طرح

ہم سے مایوس نہ ہو اے شبِ دوراں کہ ابھی
دل میں کچھ درد چمکتے ہیں اجالوں کی طرح
مجھ سے نظریں تو ملاؤ کہ ہزاروں چہرے
میری آنکھوں میں سسکتے ہیں سوالوں کی طرح
زندگی جس کو ترا پیار ملا وہ جانے
ہم تو ناکام رہے چاہنے والوں کی طرح

غزل کے ایک ایک شعر پر داد ملی اور سامعین کے اصرار پر اختر پھر غزل سرا ہوئے۔ چند مصرعے حاضر ہیں۔

تمام عمر کی نظارگی کا حاصل ہے
وہ ایک درد جو آنکھوں میں ڈھل گیا ہے میاں
جب انقلاب کے قدموں کی گونج جاگی ہے
بڑے بڑوں کا کلیجہ دہل گیا ہے میاں
کوئی ثبوت ملیگا تو کیوں نہ مانیں گے
سنا تو ہے کہ برا وقت ٹل گیا ہے میاں
سجے ہوئے ہیں کھلونے سبھی دکانوں پر
نہ جانے کس پہ ترا دل مچل گیا ہے میاں

عزیز قیسی

جاں نثار اختر کے بعد جناب عزیز قیسی نے ایک مسدس سنائی جس میں انہوں نے بتایا کہ ہم ہندوستانی کیا ہیں عزیز قیسی نے ایک خوبصورت غزل بھی پیش کی جس کے دو شعر حاضر ہیں۔

اور کس کو مرے جینے سے علاقہ ہوگا
کوئی ہوگا مرا قاتل تو مسیحا ہوگا
ریت میں پیاس کے دوزخ کے سوا کچھ بھی نہیں
میرے سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ بھی دریا ہوگا

عزیز قیسی کی بندشوں اور ترکیبوں پر سامعین بے ساختہ داد دے رہے تھے۔ اس فضا میں اناؤنسر نے شاعرِ انقلاب علی سردار جعفری کو دعوت دی جنہوں نے اپنی نظم "صبح فردا" سنا کر سامعین کو ہند و پاک سرحدوں پر پہنچا دیا۔ سامعین کے اصرار پر انہوں نے ایک اور نظم "میرا سفر" سنائی۔

سردار کی غزل کے چند شعر حاضر ہیں۔

کام اب کوئی نہ آئیگا بس اک دل کے سوا
راستے بند ہیں سب کوچۂ قاتل کے سوا
باعثِ رشک ہے تنہا روئ رہروِ شوق
ہم سفر کوئی نہیں دورۂ منزل کے سوا
ہم نے دنیا کی ہر اک شئے سے اٹھایا دل کو
لیکن اک شوخ کے ہنگامۂ محفل کے سوا
تیغ منصف ہو جہاں دار و رسن ہوں شاید
بے گناہ کون ہے اس شہر میں قاتل کے سوا

جناب عالم فتح پوری

جناب عالم فتح پوری نے کچھ چبھتے ہوئے قطعات سنائے۔ چنانچہ ایک قطعہ پیش ہے۔

بے وفا کی محفل میں دل کی بات کیا کہیئے
خیریت اسی میں ہے خود کو بے وفا کہیئے
رہنما نے بھی اکثر راہزن کو لوٹا ہے
کس کو راہزن کہیئے کس کو رہنما کہیئے

جناب گلزار دہلوی

جناب گلزار دہلوی بڑے طمطراق سے

مائک پر آئے اور بڑے گھن گرج کے ساتھ کئی
قطعات کی بارش کی اور حاضرین سے پر جوش
خراج تحسین وصول کیا فرماتے ہیں

(۱)

مئے انگور پلا دے ساقی
شعلۂ طور پلا دے ساقی
حوضِ کوثر سے منگا کر مجھکو
نور ہی نور پلا دے ساقی

(۲)

خدا نے حسن دیا ہے تمہیں شباب کے ساتھ
سبو و جام کھنکتے ہوئے رباب کے ساتھ
لبوں سے چھو کے پلاؤ شراب واعظ کو
پرانے لوگ ہیں پیتے ہیں یہ گلاب کے ساتھ
کھلی ہوئی ہے جو سورج مکھی گلستاں میں
یہ کس نے آنکھ ملائی ہے آفتاب کے ساتھ

جناب گلزار دہلوی غزل کے اشعار سنا کر ایک بار پھر مشاعرے کو رومان انگیز فضا میں لے آئے اور اناؤنسر نے ممتاز غزل گو شاعر حضرت خمار بارہ بنکوی کو آواز دی ۔ خمار بارہ بنکوی نے اپنے خاص ترنم اور بلند پایہ غزل کے ساتھ آسانی سے مشاعرے پہ چھا گئے ۔ انہوں نے غزل پیش کی ۔

مجھکو شکستِ دل کا مزا یاد آ گیا
تم کیوں اداس ہو گئے کیا یاد آ گیا
کہنے کو زندگی تھی بہت مختصر مگر
کچھ یوں بسر ہوئی کہ خدا یاد آ گیا
واعظ سلام لے کہ چلا میکدے کو میں
فردوسِ گم شدہ کا پتہ یاد آ گیا

خمار صاحب نے جب یہ شعر پڑھا تو مشاعرہ دادِ تحسین سے گونج اٹھا

برسے بغیر ہی جو گھٹا گھر کے کھل گئی
اک بے وفا کا عہدِ وفا یاد آ گیا
حیرت ہے تم کو دیکھ کے مسجد میں اے خمار
کیا بات ہو گئی جو خدا یاد آ گیا

سامعین کے بالاصرار خمار صاحب کو ایک بار پھر بلایا گیا اور خمار صاحب نے ایک اور غزل سنائی

جناب زبیر رضوی اب تک شعراء کا صرف تعارف کراتے رہے تھے لیکن جب خود ان کی باری آئی تو انہوں نے دلنشیں ترنم کے ساتھ ایک نظم سنائی جس کا عنوان ہے "یہ ہے ہندوستان"
زبیر رضوی کے بعد جناب صبا افغانی مائک پر آئے

ایک پل بھی جینا تھا اس جہاں میں ناممکن
تیرا غم نہ ہوتا تو کون پھر جیا ہوتا
لوگ مجھکو کہتے ہیں آپ ہی کا دیوانہ
آپ نے بھی لوگوں کا ساتھ دیا ہوتا

مقطع پر انہیں بڑی داد ملی ۔

ان نشیلی آنکھوں کے سرخ سرخ ڈوروں سے
کاش اے صبا تم نے چاکِ دل سیا ہوتا

جناب یوسف ناظم نے ایک نظم سنائی جس کے بعد کرناٹک کے مشہور شاعر ڈاکٹر سدّنا منظر نے ایک غزل پیش کی ۔

طارق بدایونی

اناؤنسر نے جناب منظر کے بعد توقعات اور انتظار کی

فضا میں علی گڈھ کے جواں سال شاعر اور انجینیرنگ کے طالب علم طارق بدیوانی کو پیش کیا جنہوں نے اپنے ترنم اور تغزل سے بنگلور کے عاشقانِ اردو کا دل موہ لیا طارق نے کہا

اک نہ اک شمع اندھیرے میں جلائے رکھیئے
صبح ہونے کو ہے ماحول بنائے رکھیئے
کون جانے کہ وہ کس راہگذر سے گذریں
ہر گذرگاہ کو پھولوں سے سجائے رکھیئے
جن کے ہاتھوں سے ہمیں زخم نہاں پہنچے ہیں
وہ بھی، کہتے ہیں کہ زخموں کو چھپائے رکھیئے
دامنِ یار کی زینت نہ بنے ہر آنسو
اپنے پلکوں کے لئے کچھ تو بچائے رکھیئے

سامعین طارق کی ایک غزل سے مطمئن نہ ہو سکے اور فضا ایک اور ایک اور'' کی آواز سے گونج اٹھی طارق نے ایک اور غزل پیش کی اور علی گڈھ یونیورسٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جب یہ شعر سنایا تو محفل بے ساختہ نعرہائے تحسین سے گونج اٹھی۔

اے اہلِ چمن تم کو اس خون سے نفرت ہے
کتنے ہی چمن ہم نے جس خون سے سینچے ہیں

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی دہلوی

جبھی تو عیشِ جہاں ناگوار ہوتا ہے
سرور مے کا خمار ہوتا ہے
فضا خموش، کلی دل گرفتہ گل صد چاک
بتاؤ کیا یہی رنگِ بہار ہوتا ہے ؟

جناب حفیظ میرٹھی

آنسوؤں سے کیا بجھے گی دوستو دل کی لگی
اور بھی پانی کے چھینٹوں سے بھڑک جاتی ہے آگ
حل ہوئے ہیں مسئلے شبنم مزاجی سے مگر
گتھیاں ایسی بھی ہیں کچھ جن کو سلجھاتی ہے آگ

جناب ہلال سیوہاروی

مشاعرہ کا مزہ بدلنے کے لئے مشہور طنز نگار

ہلال سیوہاروی مائک پر آئے اور انہوں نے کئی قطعات اور "کتوں کی کانفرنس" کے عنوان سے ایک نظم سنائی جس میں سماج کے ناسوروں پر تیر و نشتر لگائے گئے تھے

شمسی مینائی

ہلال کے بعد جناب شمسی مینائی نے اپنے مخصوص گھن گرج کے ساتھ کچھ قطعات اور ایک نظم سنائی۔ ایک قطعہ حاضر ہے۔

(۱)

بھوک انسان کو مجبور بنا دیتی ہے
حدِ تہذیب سے کمبخت نکل جاتا ہے
شہر میں آگ کے لگنے سے تو گھر جل جاتے ہیں
پیٹ کی آگ میں ایمان بھی جل جاتا ہے

شاہد بجنوری

بمبئی کے مشہور ممکری آرٹسٹ اور شاعر شاہد بجنوری نے ایک غزل سنائی جس کے چند شعر پیش ہیں۔

جنگل چھوڑا انسان نے شہروں کو آباد کیا
شہر بسا کر سوچ رہا ہے پھر جنگل کے بارے میں
جس کی چھاؤں میں بیٹھ کے ہم تم پیار کی باتیں کرتے تھے
ایک کہانی اور سنی ہے اس پیپل کے بارے میں
رات جو سونی سڑکوں پر مارا مارا پھرتا تھا
شاہد اب تک سوچ رہا ہے اس پاگل کے بارے میں

جناب حنیف کلیمؔ

کثرتِ غم میں کٹ گئی ہے حیات
اپنے مرکز سے ہٹ گئی ہے حیات
کچھ یہاں کچھ وہاں کہیں کچھ اور
کتنے خانوں میں بٹ گئی ہے حیات

سلیمان خطیب

آخر میں مزاحیہ شاعر جناب سلیمان خطیب نے اپنے مزاحیہ نظموں سے محفل کو زعفران زار بنادیا

شاہد بجنوری کا مزاحیہ پروگرام
اندھا فقیر، فلم ٹیگ، ہند پاک مشاعرہ

دوسرے دن یعنی اتوار 27 اپریل 75ء کو مشاعرہ کے بعد ہندوستان کے ممتاز شاعر اور تمثیل نگار جناب شاہد بجنوری نے اپنا مزاحیہ نقالی پروگرام پیش کیا جسمیں اندھا بھکاری ریلوے کمپارٹمنٹ میں۔ فلم ٹیگ۔ اور ہند پاک مشاعرہ شامل ہے۔

شاہد بجنوری ملک کے ایک بے مثال مِمکری آرٹسٹ ہیں جنہوں نے کئی انعامات بھی حاصل کئے ہیں۔ وہ ہو بہو ہر شخص کا چربہ اتارتے ہیں۔ ہند پاک مشاعرہ میں انہوں نے برصغیر کے ممتاز و نامی شعراء کی نقالی کی جن میں ان کی مخصوص حرکات آواز کے زیر و بم، طرز ادا، لب و لہجہ، جذبہ و جوش کا اتار چڑھاؤ سبھی شامل ہیں

حاضرین نے بار بار تالیوں اور نعرہائے تحسین سے ہر آئٹم کی داد دی۔

ان کا ایک قطعہ پیش خدمت ہے

(۱)

پھیلا چہرہ ہے نوجوانی میں
یہ سویرے میں شام کیسے ہے
ایسے چہرے پہ مونچھیں لٹکی ہیں
پایخ پینیس بچ گئے جیسے

عالی جناب بی۔ ایم ابوبکر صاحب کنوینر سوونیر نے شکریہ ادا کیا۔

یہ ہے ہندوستان ⭑ ڈاکٹر زبیر رضوی

یہ ہے میرا ہندوستان
میرے سپنوں کا جہان
اس سے پیار مجھ کو
ہنستا گاتا جیون اس کا دھوم مچاتے موسم
گنگا جمنا کی لہروں میں سات سُروں کے سرگم
تاج ایلورہ جیسے سندر تصویروں کے البم
یہ ہے میرا ہندوستان
دن البیلے راتیں اس کی مستی کی سوداگر
دھرتی جیسے پھوٹ رہی ہو دودھ کی کچی گاگر
اونچے اونچے پربت اس کے نیلے نیلے ساگر
یہ ہے میرا ہندوستان
بادل جھومے برکھا برسے پون جھکولے کھائے
جیسے بچہ ماں کی گود میں رہ رہ کے مسکائے
یہ ہے میرا ہندوستان
رادھا سیتا چندر گائے، گائے اندو بال
زلفوں کی وہ چھایا جیسے یہ ہے نینی تال
یہ ہے میرا ہندوستان

(بقیہ صفحہ 24 پر)

کرناٹک اردو اکیڈمی کا قیام ★ وزیر اعلیٰ دیوراج ارس کا اعلان

اتوار ۲۷ اپریل کی رات مشاعرے کی دوسری نشست کا افتتاح کرتے ہوئے کرناٹک کے وزیر اعلیٰ شری دیوراج ارس نے تالیوں کی گونج میں اعلان کیا کہ حکومت ریاست میں اردو اکیڈمی کے قیام پر غور کر رہی ہے۔ اردو اکیڈمی بہت جلد قائم کر دی جائے گی۔ مسٹر ارس نے اعتراف کیا کہ اگرچہ انہیں اردو نہیں آتی۔ تاہم وہ اس زبان کے ترنم اور حلاوت و آہنگ سے بے حد متاثر ہیں اور اس گئی گذری عمر میں اردو سیکھنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ مسٹر ارس نے کہا کہ ہندوستان بدلتے ہوئے حالات سے دوچار ہے اور یہ تبدیلیاں نہ صرف سیاسی بلکہ سماجی، معاشی اور ثقافتی انقلاب بھی لا رہی ہیں اس انقلاب کے ساتھ ہماری تہذیبی قدریں بھی بدل جائیں گی۔

مسٹر ارس نے حضور اکرم ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو مساوات اور اخوت کا جو پیغام دیا تھا اس کی آج بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ عہد نبوت میں تھا۔

مسٹر ارس نے اردو داں طبقے سے اپیل کی کہ وہ اردو کی نظم و نثر کی تصانیف کا دوسری زبانوں خصوصاً کنڑی میں ترجمہ کریں تاکہ لوگ ایک دوسرے کی میراث سے بارآور ہو سکیں۔

اس سے قبل جناب شیخ مصلح الدین صاحب سکریٹری مشاعرہ کمیٹی نے تالیوں کی گونج میں اعلان کیا کہ وزیر اعلیٰ کرناٹک شری دیوراج ارس نے آل انڈیا مشاعرہ کمیٹی کو دس ہزار روپے کا گرانقدر عطیہ دیا ہے۔ شیخ صاحب نے وزیر اعلیٰ کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں کمزور طبقات اور اقلیتوں کا چامپین قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ انجمن ترقی اردو نے وزیر ٹرانسپورٹ جناب محمد علی مہتاب علی کی قیادت میں جو انجمن ترقی اردو کے صدر بھی ہیں انجمن دن دوگنی رات ترقی کریگا اور اردو ہال بہت جلد تعمیر ہو جائیگی۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ حکومت حسنات کالج کی لیبارٹری کی تعمیر میں بھی گرانقدر مدد دے گی۔

ڈھولک جاگی، مہندی لاگی رنگ رنگیلا دن
سکھیاں مل مل ہولی کھیلیں سانوریا کے آنگن
گھونگھٹ میں گوری شرمائے پیا ملن کے کارن
یہ ہے میرا ہندوستان
راجہ رانی گڈا گڑی اور پریوں کی کہانی
بچوں کے جھرمٹ میں سنائے بیٹھ کے بوڑھی نانی
لوری گائے ماتھا چومے ممتا کی دیوانی
یہ ہے میرا ہندوستان

پاسبان پریس
مینا کشی کوئل اسٹریٹ
بنگلور 51